واقدی، کتاب المغازی، مرتبہ مارسدن جونس، عالم الکتب بیروت ۲۰۰۶ئ، ۵۰۵-۵۰۸

۱۸۔ حوالہ سابق، بالخصوص دوسری روایتِ واقدی، ص ۵۱۰

۱۹۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام : ۳/ ۱۷۱، لما انصرفنا مع الاحزاب عن الخندق جھت رجالا من قریش، کانوا یرون رأیی الخ

۲۰۔ واقدی: ص ۵۰۶: قوم نے ان کے بارے میں کہا: ذو رأینا و مدرھنا، مع یمن نفس و برکۃ امر۔۔۔ ابن کثیر، ۴/ ۲۳۶ کی روایت واقدی میں یہی تعریفات کچھ دوسرے الفاظ میں ہیں:۔۔۔ فی یمن نفسہ و برکۃ امر۔۔۔ جیسا کہ محقق واقدی کا حاشیہ ہے۔

۲۱۔ ابن اسحاق: ۳/ ۱۷۱: "۔۔۔ و کان رسول اللہ ﷺ قد بعثہ الیہ فی شان جعفر و أصحابہ"۔ دونوں میں یوں تطبیق دی جاسکتی ہے کہ دونوں مقاصد پیش نظر تھے۔ ویسے امام ابن اسحاق کا رجحان جانب دارانہ بھی ہے کہ وہ بنو ہاشم کی طرف داری اور بنو امیہ کو نظر انداز کرتے ہیں۔

۲۲۔ واقدی کا ہدایا کے بارے میں اضافہ حبشی حکومت کی انتظامیہ کا ایک پہلو سامنے لاتا ہے۔

۲۳۔ دونوں مصادر مذکورہ بالا

۲۴۔ ابن کثیر میں الشعبہ ہے، جو تصحیف ہے۔ الشعیبۃ یمن کے راستہ پر بحر قلزم کی ایک بندرگاہ ہے: معجم ما استعجم، ۱۸۴، بحوالہ مارسدن جونس، حاشیہ ۳، برصفحہ ۵۰۷

۲۵۔ مر الظہران بہت معروف مقام ہے۔

۲۶۔ الھدۃ، مر الظہران سے قریب ایک مقام کا نام ہے۔

۲۷۔ ابن اسحاق و واقدی، حوالہ سابق

۲۸۔ حضرت ہشام بن عروہؒ بالعموم اپنے والد ماجد حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت کرتے ہیں۔

۲۹۔ واقدی، ص ۵۰۸-۵۱۰

۳۰۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام، ۳/ ۲۲۹: موخر الذکر کی روایت ہے: "قدم [جعفر] علیٰ رسول اللہ ﷺ یوم فتح خیبر"، جب کہ اول الذکر کا بیان ہے: "۔۔۔ فقدم [ عمرو بن امیۃ الضمری ] بھم علیہ وھو بخیبر بعد الحدیبیۃ۔۔۔"؛ بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب مواقیت، کتاب الجہاد، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر وغیرہ۔ نیز کتاب احادیث الانبیاء، باب ہجرۃ الحبشۃ، نیز مناقب حضرات جعفر بن ابی طالب و ابو موسیٰ اشعری وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

۳۱۔ بعض سیرت نگاروں نے حضرات خالد و عمرو و عثمان رضی اللہ عنہم کی آمدِ مدینہ پر یہ حدیث نبوی نقل کی ہے: "مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو پھینک دیا ہے": "ھذہ مکۃ، قد ألقت الیکم أفلاذ کبدھا" یہ لفظی ترجمہ مولانا کاندھلوی کا ہے، جو صحیح ترجمانی نہیں ہے۔ 'پھینک دیا ہے' کی جگہ

'حوالہ کر دیا ہے' ہونا چاہیے۔ یہی حدیث غزواتِ بدر وغیرہ کے ضمن میں بھی نقل کی جاتی ہے، جو اس کے محاورۂ عام ہونے کی دلیل بھی ہے۔ مواقع حدیث کے لحاظ سے ابن اسحاق و واقدی کا مطالعہ بالخصوص بہت اہم ہے۔ خاکسار نے ایسا ایک مطالعہ اول الذکر کے حوالے سے کیا ہے، بہ عنوان: ''مکی احادیث سیرت ابن اسحاق میں''۔ توسیعی خطبہ، وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی، ۲۷/فروری ۲۰۱۴ء جوان شاء اللہ عن قریب چھپے گا۔ مغازی واقدی (ص ۷۳) میں حدیثِ نبوی کے یہی الفاظ غزوۂ بدر کے موقع سے منقول ہے۔ اس کے دوسرے اطراف بھی ہیں۔

۳۲۔ مذکورہ روایاتِ واقدی و ابن اسحاق اور مقالہ خاکسار: ''مکی احادیث سیرتِ ابن اسحاق میں''

۳۳۔ ان روایات کے علاوہ بعض دوسری سماجی روایات و اقدار بھی تھیں۔ ان کا ذکر اس خاص بابِ تاریخ کے علاوہ سیرت کے دوسرے ابواب میں بھی ملتا ہے۔

۳۴۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ۱/۶۹ او مابعد؛ ۲۱۲-۲۱۳

۳۵۔ اسلام عمرو و خالد کی روایاتِ ابن اسحاق و واقدی، حوالہ سابق

۳۶۔ حوالہ سابق، واقدی، ص۱۳۶ و مابعد؛ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ۲/۹ ۱۷-۱۸؛ اصابہ، ۴۰۷۳ وغیرہ۔ حضرت صفوان بن امیہ جمحیؓ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے۔ غزوۂ بدر میں ان کے باپ امیہ بن خلف جمحی اور برادر علی بن امیہ جمحی مارے گئے تھے، اگرچہ حضرت عبدالرحمن بن عوف زہریؓ نے اپنی دوستی اور معاہدہ کی وجہ سے ان دونوں کو بچانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

۳۷۔ ابن اسحاق و واقدی کی کتابوں میں حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ کی روایت کا اولین حصہ

۳۸۔ حضرت خالدؓ کا احساسِ شکست تھا: **فلما صالح قريشاً بالحديبية و دافعته قريش بالرواح قلت في نفسي: اي شئ بقي؟**، ابن اسحاق/ ابن ہشام: ۳/۱۹۶ کا بیان ہے کہ احابیش کے اس زمانے کے سردار حُلیس بن علقمہ حارثی/کنانہ نے مسلمانوں کو عمرہ و زیارت سے روکنے پر قریش کے اکابر سے کہا تھا: کیا اس کو بیت اللہ سے روکا جائے گا جو اس کی تعظیم کرتا ہے۔ اس پر تو ہم نے تم سے معاہدہ نہیں کیا تھا۔ حلیس نے ان کو دوستی ختم کرنے کی دھمکی بھی دی تھی۔

۳۹۔ قریشی کاروانوں پر اسلامی سرایا کی تاخت کا سلسلہ ملاحظہ ہو: مکی دور میں حضرت ابوذر غفاریؓ کو اسلام لانے اور اس کا اعلان کرنے کے جرم میں قریشی معاندین نے زدوکوب کرنا شروع کیا تو حضرت عباسؓ نے یہی کہہ کر بچایا تھا کہ اس شخص کا قبیلہ ہماری شامی تجارت کے راستہ پر بستا ہے۔ اگر یہ مرگیا تو اپنی تجارت بند سمجھو۔ یہ سنتے ہی ان کے ہاتھ رک گئے تھے۔

۴۰۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام، ۳/۱۹۶-۱۹۷ او مابعد؛ واقدی، ص ۴۱۸-۴۲۱

۴۱۔ واقدی، ص ۵۰۸

☆☆☆

# شاہ ولی اللہؒ کے تفسیری مآخذ

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۱۴ھ ۔۱۱۷۶ھ) کا علمی کام اسلامی علوم کے تمام میدانوں میں ہے ۔تفسیر و اصول تفسیر، حدیث و علوم حدیث، فقہ و اصول فقہ،تصوف وسلوک، اصولِ دین و اسرارِ شریعت، عقائد و کلام، سیرت و تاریخ اور ادب، ہر فن میں ان کی متعدد تصانیف ہیں، جو اہلِ علم کا مرجع بنی ہوئی ہیں۔شاہ صاحب کی علمی خدمات کا ایک اہم میدان تفسیر وعلوم قرآن ہے۔[۱] اس فن میں انھوں نے بیش قیمت تصانیف چھوڑی ہیں جو درج ذیل ہیں:

**۱۔الفوز الکبیر فی اصول التفسیر:** یہ شاہ صاحب کی مقبول تصانیف میں سے ہے ۔اس کی تالیف انھوں نے فارسی زبان میں کی تھی۔ اس کے اردو، عربی اور انگریزی تراجم معروف اور متداول ہیں ۔اس میں اصولِ تفسیر کے اہم مباحث کو بہت اختصار اور جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

**۲۔ فتح الخبیر بما لابدّ من حفظہ فی علم التفسیر :** یہ رسالہ عربی زبان میں ہے ۔ اس میں قرآن کریم کے مشکل الفاظ کی تشریح اور آیات کے اسبابِ نزول کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ اصلاً الفوز الکبیر کا پانچواں اور آخری باب ہے، جسے خود مصنف نے ایک مستقل رسالہ بنا دیا ہے۔ چنانچہ اس کی اشاعت دونوں انداز سے (الفوز الکبیر کے ساتھ بھی اور الگ سے بھی ) ہوتی رہی ہے ۔

**۳۔تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیائ:** اس کتاب میں قرآن

میں مذکور انبیاء کرام کے واقعات اور معجزات کی توجیہ وتاویل کی گئی ہے، ان کی حکمت و معنویت بیان کی گئی ہے اور ان کے اصول وضوابط کی تفہیم کرائی گئی ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔اردو اور انگریزی میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

**۴۔المقدمۃ فی قوانین الترجمۃ :** یہ مختصر رسالہ فارسی زبان میں ہے۔اس میں ترجمۂ قرآن کے پس منظر میں ترجمہ کے فن ،نوعیت،قواعد اور مشکلات پر گفتگو کی گئی ہے۔

**۵۔فتح الرحمن بترجمۃ القرآن:** یہ فارسی زبان میں قرآن کریم کا بہت آسان، عام فہم اور سلیس ترجمہ ہے۔شاہ صاحب نے یہ خدمت مبتدین اور عوام میں قرآن فہمی کا رجحان عام کرنے کے لیے انجام دی تھی۔ یہ متعدد مرتبہ شائع ہوا ہے اور اس کے بہت سے قلمی نسخے بھی پائے جاتے ہیں۔

شاہ صاحب کی قرآنی تصانیف میں ایک تصنیف 'زہراوین' کا نام ملتا ہے، جو سورۂ بقرہ وسورۂ آل عمران کے ترجمے وتفسیر پر مشتمل تھی، لیکن اس کا کوئی نسخہ اب تک دست یاب نہیں ہوا ہے۔ اس بنا پر یہ خیال درست معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے سفر حج (۱۱۴۳ھ) سے واپسی کے بعد فتح الرحمن کے نام سے ترجمۂ قرآن کا کام شروع کیا تو زہراوین کے نام سے سورۂ بقرہ وسورۂ آل عمران کا اپنا کیا ہوا ترجمہ اس میں تحلیل کر دیا۔

**۶۔حواشی فتح الرحمن :** شاہ صاحب نے قرآن کا ترجمہ کرتے وقت جن امور کی تشریح وتوضیح ضروری سمجھی انھیں ان حواشی میں تحریر کر دیا ہے۔ انھوں نے بیش تر مقامات پر انتہائی اختصار سے کام لیا ہے اور محض ایک دو الفاظ میں وضاحت کر دی ہے، کہیں کہیں قدرے تفصیلی بحث بھی کی ہے۔ ان میں اسبابِ نزول، ربطِ آیات، ناسخ ومنسوخ، فقہی احکام، تمثیلات اور دیگر قرآنی موضوعات زیر بحث آئے ہیں۔ان سے شاہ صاحب کی قرآن فہمی کا ثبوت فراہم ہوتا ہے اور ان کے تفسیری رجحانات کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔ فتح الرحمن کے مطبوعہ نسخوں پر جو حواشی ہیں وہ عموماً فارسی زبان میں ہیں، جب کہ بعض قلمی نسخوں پر درج حواشی کی زبان عربی ہے۔ یہ حواشی ترجمۂ قرآن کے نسخوں پر بکھرے ہوئے تھے۔انھیں جمع کر کے ایک رسالہ کی شکل بھی دی گئی ہے۔[۲]

# مآخذ

تفسیر وعلوم قرآنی کی امہات الکتب پر شاہ ولی اللہ کی گہری اور وسیع نظر تھی۔ انھوں نے نصابِ درس میں جن کتبِ تفسیر کو پڑھا تھا، ان کے علاوہ بھی بہت سی متداول عربی اور فارسی تفاسیر کا مطالعہ کیا اور اپنی تصانیف میں ان سے استشہاد کیا ہے۔ ان کی تحریروں میں جا بجا اس طرح کے جملے ملتے ہیں: **فی التفاسیر، کذا فی التفاسیر، کما قال المفسرون فی مواضع، کماصرح المفسرون فی مواضع کثیرۃ،** جمہور مفسرین گویند، جمہور مفسران مراد داشتند وغیرہ [۳]۔ متعدد مواقع پر وہ دیگر مفسرین سے اختلاف کرتے ہیں اور آیات کی منفرد توجیہ پیش کرتے ہیں۔ ایسے مقامات پر ان کی مجتہدانہ بصیرت اور نکتہ سنجی کا اظہار ہوتا ہے۔ بعض محققین نے ان کے ترجمہ وحواشی فتح الرحمن کا تنقیدی مطالعہ کیا ہے اور دیگر مفسرین اور شاہ ولی اللہ کی آراء کا موازنہ کر کے شاہ صاحب کی توجیہات کے انفرادی وامتیازی پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے۔ [۴]

شاہ صاحب نے بہت سے مقامات پر اپنے مآخذ کی صراحت کی ہے۔ آئندہ سطور میں ان کا تعارف وتذکرہ کیا جارہا ہے:

## قرآن مجید

شاہ ولی اللہؒ کی تمام تحریروں اور خاص طور پر تفسیر وعلوم قرآنی میں ان کی تصانیف کا اولین ماخذ قرآن مجید ہے۔ وہ اپنے مباحث میں قرآن مجید سے استدلال کرتے ہیں اور بہ طور ثبوت وتائید اس کی آیات پیش کرتے ہیں۔ حجۃ اللہ البالغۃ کی قسم اول کے ابواب حکمت ومعرفت اور قسم دوم کے ابوابِ دین وشریعت دونوں میں انھوں نے قرآن کریم کو ماخذ بنایا ہے۔ اسی طرح الفوز الکبیر، فتح الخبیر اور قوانین الترجمۃ کے مباحث میں بھی آیاتِ قرآنی سے استدلال کا وصف نمایاں ہے۔ اس کی مثالیں پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ [۵]

**حدیثِ رسول ﷺ**

تفسیر قرآن کا دوسرا ماخذ حدیثِ رسول ہے۔تمام مفسرین نے اس کو اپنے پیش نظر رکھا ہے اورآیاتِ قرآنی کی تشریح وتفسیر میں حسب ضرورت اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔ شاہ صاحب نے بھی اسے اپنا نصب العین بنایا ہے۔ فتح الرحمن کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

> ”واستمداد این کتاب درآنچہ متعلق بنقل است از اصح تفاسیر محدثین کہ تفسیر بخاری وترمذی وحاکم است کردہ شد۔ وتاامکان از اخبار ضعیفہ وموضوعہ احتراز نمودہ شد“۶

> ”تفسیر میں اگر کسی چیز کا تعلق مأثور سے رہا ہے تو اس سلسلے میں میں نے محدثین کی صحیح ترین تفاسیر (وہ تفسیری روایات جو بخاری، ترمذی اورحاکم نے اپنی کتابوں میں بیان کی ہیں) سے فائدہ اٹھایا ہے اور حتی الامکان ضعیف اورموضوع احادیث سے احتراز کیا ہے۔“

شاہ ولی اللہ کا اشارہ امام المحدثین ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری (م ۲۵۶ھ) کی کتاب الجامع الصحیح، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسی الترمذی (م۲۷۹ھ) کی کتاب جامع الترمذی اور امام ابوعبداللہ الحاکم(م ۴۰۵ھ ) کی کتاب المستدرک علی الصحیحین کی جانب ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں کتاب التفسیر ہے، جس میں تفسیری روایات اکٹھا کردی گئی ہیں۔

شاہ صاحب کی تصنیف فتح الخبیر کا ایک موضوع اسبابِ نزول کا بیان ہے۔ اس کا ماخذ ان کی صراحت کے مطابق مذکورہ بالا تینوں کتابیں ہیں۔ ان کی دیگر تحریروں میں بھی کہیں کہیں حدیث کے حوالے مل جاتے ہیں۔ ۷

اگرچہ شاہ صاحب کی کوشش رہی ہے کہ وہ صرف صحیح احادیث ہی سے استدلال کریں، لیکن کہیں کہیں اس کا التزام باقی نہیں رہ سکا ہے۔ ایک مثال پیش خدمت ہے۔سورۂ اعراف میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلاً خَفِيفاً فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَت دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحاً لَّنَكُونَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ آتٰهُمَا صَالِحاً جَعَلاَ لَهُ شُرَكَآءَ فِيمَا آتٰهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ (آیات:۱۸۹-۱۹۰)

ان آیات کی تفسیر میں عام طور سے مفسرین نے یہ حدیث نقل کی ہے:
حسن نے حضرت سمرۃ بن جندبؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"لمّا حملت حواء طاف بها ابلیس وکان لا یعیش لها ولد فقال سمّیه عبدالحارث فسمّته عبدالحارث فعاش وکان ذلک من وحی الشیطان و أمره"[۸]

"جب حوا کو حمل ہوا تو ان کے پاس ابلیس آیا۔ حوا کا کوئی بچہ زندہ نہ رہتا تھا۔ ابلیس نے کہا: اس کا نام عبدالحارث رکھ دو، چنانچہ حوا نے اس کا نام عبدالحارث رکھ دیا۔ چنانچہ وہ بچہ زندہ رہا۔ ایسا حوا نے شیطان کے کہنے پر کیا تھا"

شاہ صاحب نے حواشی فتح الرحمن میں مذکورہ آیت کے ذیل اس حدیث کو نقل تو نہیں کیا ہے، لیکن الحدیث المرفوع کہہ کر اس کی طرف اشارہ کیا اور اس کی توجیہ ان الفاظ میں کی ہے:

ولیس فی الحدیث الا ذکر حوائ، فلعلّها سمّت بغیر اذن آدم، ثم تابت من ذلک، واللہ أعلم[۹]

اس حدیث میں صرف حوا کا ذکر ہے۔ شاید انھوں نے آدم علیہ السلام سے پوچھے بغیر ایسا کیا ہو، پھر اس سے توبہ کر لی ہو۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں، حالاں کہ مشہور مفسرین مثلاً قرطبیؒ اور ابن کثیرؒ وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور عصر حاضر کے مشہور محدث علامہ ناصر الدین البانیؒ نے بھی اس پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے اس کا شمار ضعیف احادیث میں کیا ہے۔[۱۰]

## آثارِ صحابہ

تفسیر ماثور میں احادیثِ رسول کے بعد آثارِ صحابہ کو اہمیت دی جاتی ہے۔ عموماً مفسرین نے اپنی کتابوں میں اصحاب رسول اور خاص طور پر مفسر صحابہ کے اقوال و ارشادات کا خاصا حصہ جمع کر دیا ہے۔ شاہ صاحب نے بھی اپنی تحریروں میں جا بہ جا آثارِ صحابہ سے استشہاد کیا ہے۔

الفوز الکبیر میں اسبابِ نزول پر بحث کے ذیل میں حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ کے آثار نقل کیے ہیں۔ ایک جگہ حضرت عثمان بن عفانؓ کا قول نقل کیا ہے۔

شاہ صاحب کا مشہور نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہود نے لفظی تحریف اصل توراۃ میں نہیں، بلکہ اس کے ترجمہ میں کی تھی۔ انھوں نے لکھا ہے کہ یہی حضرت ابن عباسؓ کا بھی قول ہے۔ ۱۱؎

شاہ صاحب کی تصنیف فتح الخبیر کا ایک موضوع قرآن کریم کے مشکل الفاظ کی تشریح ہے۔ اس کا غالب حصہ حضرت ابن عباسؓ کے آثار پر مشتمل ہے، جو تین سندوں سے مروی ہیں:

۱–ابوصالح عبداللہ صالح–معاویہ بن صالح–علی بن ابی طلحہ–ابن عباس

۲–منجاب بن حارث–بشر بن عمارۃ–ابی روق–ضحاک بن مزاحم–ابن عباس

۳–مختلف سندوں سے نافع بن الازرق خارجی کے سوالات اور حضرت ابن عباسؓ کے جوابات، جن میں انھوں نے قرآن کے مشکل الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے اشعار سے استشہاد کیا ہے۔ ۱۲؎

## کتبِ تفسیر

شاہ صاحب کی کتابوں میں متعدد اہم کتبِ تفسیر کے حوالے ملتے ہیں۔ ذیل میں ان کا اور ان کے مؤلفین کا مختصر تذکرہ کیا جا رہا ہے:

### ۱۔ الوجیز

یہ امام ابوالحسن علی بن احمد بن محمد بن علی الواحدی النیسا پوری (م ۴۶۸ھ) کی تفسیر ہے۔ واحدی تفسیر اور ادب دونوں میدانوں میں شہرت رکھتے تھے۔ ان کی کتاب أسباب النزول بہت معروف ہے۔ الوجیز کے علاوہ ان کی دو مزید تفسیریں البسیط اور الوسیط کے نام سے ہیں، جو قلمی ہیں۔ ۱۳؎

شاہ صاحب نے حواشی فتح الرحمن میں متعدد مقامات پر اس تفسیر کا حوالہ دیا ہے۔ ۱۴؎

### ۲۔ تفسیر زاہدی

یہ تفسیر فارسی زبان میں ہے۔ اس کے مؤلف ابونصر احمد بن الحسن بن احمد سلیمان زاہدی ہیں۔ یہ کتاب ۵۱۹ھ/ ۱۱۲۵ء میں بخارا میں لکھی گئی تھی۔ اس میں سورتوں کے مابین ربط و نظم واضح کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے یہ تفسیر عہد سلطنت میں معروف و متداول رہی ہے، اس لیے بہ کثرت اس کے نسخے ملتے ہیں۔ اس کا ایک قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے۔ ۱۵؎

حواشی فتح الرحمن میں شاہ صاحب نے بعض مقامات پر اس کا حوالہ دیا ہے۔ ۱۶؎

انھوں نے فتح الرحمن کے مقدمہ میں لکھا ہے:

> ''تفسیر وجیز و تفسیر جلالین کہ بمنزلہ اصل این ترجمہ اند'' ۱۷؎
>
> ''تفسیر وجیز و تفسیر جلالین اس ترجمہ کی بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔''

اسی مقدمہ میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

> ''وآنچہ ضروری است از اسباب نزول و توجیہ مشکل بقدر ضرور بکار آمد بوجہی کہ دریں چیزہا مثل کتاب وجیز وجلالین باشد'' ۱۸؎
>
> ''اسباب نزول اور مشکل الفاظ کی تشریح کے سلسلے میں ضروری چیزیں حسب ضرورت بیان کر دی گئیں ہیں۔ ان چیزوں میں یہ ترجمہ تفسیر وجیز اور تفسیر جلالین کے مثل ہے''

## ۳–الکشاف

الکشاف عن حقائق التنزیل ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی (۴۶۷ھ۔ ۵۳۸ھ) کی مشہور تفسیر ہے۔ زمخشری نے یوں تو نحو، لغت، حدیث اور فقہ کے موضوعات پر بھی کتابیں لکھی ہیں، لیکن سب سے زیادہ شہرت کشاف کو حاصل ہوئی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس میں قرآن کے وجوہِ اعجاز اور اس کے بلاغی پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اگرچہ زمخشری معتزلی ہیں، لیکن مذکورہ خوبیوں کی وجہ سے اہلِ سنت کے درمیان بھی اس تفسیر کو قبول عام حاصل رہا ہے اور ہر دور کے علماء نے اسے اپنی توجہات کا مرکز بنایا ہے۔[19]

شاہ ولی اللہ نے بعض مقامات پر اس کے حوالے دیے ہیں۔ مثلاً آیت: وَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلاّ وَ لَهَا كِتٰبٌ مَعْلُوْمٌ (الحجر:۴) کے ذیل میں زمخشری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''یہ جملہ (وَ لَهَا كِتٰبٌ مَعْلُوْم) لفظ قریۃ کی صفت ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ صفت اور موصوف کے درمیان حرف عطف (و) نہ آئے، مثلاً آیت: وَ مَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلاّ لَهَا مُنْذِرُوْنَ (الشعرائ:۲۰۸)، لیکن یہاں پر 'صفت و موصوف کے اتصال کی کے لیے آیا ہے۔''[20]

حواشی فتح الرحمن میں آیت: فَلَمَّا آتٰهُمَا صٰلِحاً جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآئَ فِيمَا آتٰهُمَا (الاعراف:۱۹۰) کی تشریح میں مفسرین کی متعدد توجیہات نقل کی ہیں۔ ایک توجیہ کے بارے میں لکھا ہے:

> ''زمخشری نے اس کے بارے میں لکھا ہے: ''هذا تفسير حسن لا اشكال فيه''۔ (یہ اچھی تفسیر ہے، اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔) لیکن اس پر زبردست اشکال وارد ہوتا ہے۔''[21]

## ۴۔تفسیرالبیضاوی

اس کا اصل نام انوارالتنزیل و اسرارالتاویل ہے۔ اس کے مؤلف ابوالخیر

ناصر الدین عبداللہ بن عمر بن محمد بن علی البیضاوی (م ۶۸۵ھ) عرصہ تک منصبِ قضا پر فائز رہے۔ شافعی المسلک تھے۔ اصولِ فقہ اور اصولِ دین وغیرہ میں ان کی متعدد تصانیف ہیں۔ ان کی اس تفسیر کو اہلِ علم کے نزدیک غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی اور اس پر بہت سے لوگوں نے حواشی لکھے۔ امام بیضاوی نے اپنی اس تفسیر میں حکمت وکلام سے متعلق معلومات امام فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) کی تفسیر کبیر سے، اشتقاق سے متعلق مسائل امام راغب اصفہانی (۵۰۲ھ) کی تفسیر سے اور اعراب و معانی و بیان کے مباحث کشاف سے اخذ کیے ہیں۔ اس کے علاوہ اپنی طرف سے بھی بہت سے نکات و دقائق کا اضافہ کیا ہے۔ اس تفسیر کا شمار امہات کتب میں ہوتا ہے اور یہ بہت معروف ومتداول ہے۔ ۲۲؎

تفسیر بیضاوی سے استفادہ ہندوستان میں بھی عام رہا ہے۔ شاہ صاحب نے جو نصاب درس پڑھا تھا، اس میں بیضاوی کے بھی کچھ اجزاء شامل تھے۔ حواشی فتح الرحمن میں انھوں نے جا بہ جا اس کا حوالہ دیا ہے۔ ۲۳؎

## ۵- مدارک التنزیل

مدارک التنزیل وحقائق التاویل ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی (م ۷۰۱ھ) کی تفسیر ہے۔ مصنف کی نسبت سے یہ 'تفسیر نسفی' بھی کہلاتی ہے۔ علامہ نسفی حنفی فقیہ تھے۔ فقہ و اصولِ فقہ، اصولِ دین میں بھی ان کی متعدد تصانیف ہیں۔ ان کی تفسیر کو اصحابِ علم کے درمیان شہرت حاصل رہی ہے۔ اس میں خاص طور پر اعراب اور قراءت کے وجوہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سلسلے میں مصنف نے تفسیر کشاف اور تفسیر بیضاوی سے خاصا استفادہ کیا ہے۔ آیاتِ احکام بیان کرتے ہوئے وہ فقہی مسالک بیان کرتے ہیں اور بڑی سرگرمی سے حنفی مسلک کی حمایت اور دیگر مسالک کی تردید کرتے ہیں۔ ۲۴؎

شاہ ولی اللہ نے حواشی فتح الرحمن میں متعدد مقامات پر اس کا حوالہ دیا ہے۔ ۲۵؎

## ۶- تفسیر الجلالین

یہ کتاب تفسیر کی مختصر اور متداول کتابوں میں سے ہے۔ یہ دو مفسرین کی

مشترکہ تالیف ہے۔ چوں کہ دونوں کا نام جلال الدین تھا، اس نسبت سے اس کا نام تفسیر الجلالین پڑ گیا۔ دونوں مفسرین میں فرق کرنے کے لیے ایک کو جلال الدین محلّی اور دوسرے کو جلال الدین سیوطی کہا جاتا ہے۔

علامہ جلال الدین محلّی کا پورا نام محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم المحلّی الشافعی ہے۔ ان کی ولادت ۷۹۱ھ میں قاہرہ میں اور وفات وہیں ۸۶۴ھ میں ہوئی۔ انھیں عہدۂ قضا کی پیش کش کی گئی، مگر انھوں نے اسے قبول نہیں کیا۔ فقہ، کلام، اصول، نحو، منطق اور تفسیر میں انھیں مہارت حاصل تھی۔ علامہ جلال الدین سیوطی کا پورا نام عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد بن سابق الدین الخضیری السیوطی ہے۔ ۸۴۹ھ میں ان کی ولادت اور ۹۱۱ھ میں وفات ہوئی۔ انھوں نے قاہرہ میں یتیمی کی حالت میں پرورش پائی۔ آٹھ سال کی عمر میں قرآن حفظ کرلیا۔ غیر معمولی حافظہ تھا۔ کئی لاکھ احادیث یاد تھیں۔ چالیس سال کی عمر میں گوشہ نشین ہوگئے اور خود کو تصنیف و تالیف کے لیے وقف کردیا تھا۔ ان کی تصانیف کی تعداد پانچ سو سے زائد بتائی جاتی ہے، جو تمام اسلامی علوم سے متعلق ہیں۔ تفسیر و علوم القرآن میں ان کی کتابیں: الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور، لباب النقول فی اسباب النزول، متشابہ القرآن، مفحمات الاقران فی مبہمات القرآن، الاتقان فی علوم القرآن اور طبقات المفسرین شہرت رکھتی ہیں۔

تفسیر جلالین کا آغاز علامہ جلال الدین محلّی نے کیا۔ انھوں نے سورۂ کہف سے تفسیر لکھنی شروع کی۔ سورۂ الناس تک لکھنے کے بعد پھر سورۂ فاتحہ سے آغاز کیا۔ ابھی یہ سورت ختم ہی کر پائے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی۔ ان کے بعد علامہ جلال الدین سیوطی نے اس کی تکمیل کی۔ انھوں نے سورۂ بقرہ سے شروع کر کے سورۂ بنی اسرائیل پر ختم کیا۔ علامہ سیوطی نے علامہ محلّی کے اسلوبِ تفسیر کی پوری پیروی کی ہے۔ دونوں کی تحریروں میں کوئی نمایاں فرق محسوس نہیں ہوتا۔۲۶؎

تفسیر الجلالین حد درجہ مختصر تفسیر ہے۔ حاجی خلیفہ نے ایک یمنی عالم سے نقل کیا ہے کہ میں نے شروع سے سورۂ مزمل تک قرآن کریم اور تفسیر جلالین کے حروف گنے تو

دونوں کو برابر پایا۔ اس سے آگے تفسیر کے حروف قرآن کے حروف سے زیادہ ہیں۔۲۷؎

ایجاز واختصار کے باوجود یہ تفسیر اہل علم کے درمیان بہت زیادہ مقبول اور متداول رہی ہے۔ علماء نے اس پر بہ کثرت تعلیقات اور حواشی تحریر کیے ہیں اور اس سے غیر معمولی استفادہ کیا ہے۔

شاہ ولی اللہؒ نے، جیسا کہ اوپر صراحت گزری، اس تفسیر کو اپنے ترجمۂ قرآن کی بنیاد بنایا ہے۔ حواشی میں بھی کثرت سے اس کے حوالے دیے ہیں۔ ۲۸؎

**۷۔ الاتقان فی علوم القرآن**

یہ علامہ جلال الدین سیوطی کی معروف تصنیف ہے۔ شاہ صاحب نے اپنی بعض تصانیف میں اس کو بھی اپنا ماخذ بنایا ہے۔

فتح الخبیر میں شاہ صاحب نے قرآن کے مشکل الفاظ کی تشریح میں حضرت ابن عباسؓ کے جو آثار بیان کیے ہیں وہ سب انھوں نے الاتقان کی چھبیسویں نوع (فی معرفۃ غریبہ) سے نقل کر لیے ہیں۔۲۹؎ علامہ سیوطی نے انھیں تین الگ الگ سندوں سے روایت کیا تھا اور ان میں سے ایک سند (من طریق ابن ابی طلحہ) کو 'من اصح الطرق عن ابن عباس' قرار دیا تھا۔ شاہ صاحب نے تینوں کو خلط ملط کر دیا ہے۔ اس سے یہ فائدہ تو ضرور ہوا ہے کہ تمام الفاظ مصحف کی ترتیب سے اکٹھا ہوگئے، لیکن ان کی استنادی حیثیت مجروح ہوگئی ہے، اس لیے کہ یہ تمیز کرنا ناممکن ہوگیا ہے کہ کون سی تشریح کس سند سے مروی ہے؟

شاہ صاحب نے الفوز الکبیر کی ایک فصل (باب دوم کی فصل دوم) میں 'ناسخ و منسوخ' کے موضوع پر بحث کی ہے۔ اس بحث کا ماخذ بھی علامہ سیوطی کی الاتقان ہے۔ شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ متقدمین نسخ کو لغوی معنی میں استعمال کرتے تھے، یعنی ایک آیت کے بعض اوصاف کو دوسری آیت سے زائل کر دینا۔ اسی بنا پر انھوں نے منسوخ آیات کی تعداد پانچ سو تک پہنچادی ہے، لیکن متاخر اصولیین نے اس کے اصطلاحی معنٰی مراد لیے ہیں، اس لیے

ان کے نزدیک منسوخ صرف گنتی کی چند آیات ہیں ۔پھر فرماتے ہیں:

> ''علامہ جلال الدین سیوطی نے بیان مذکورہ بالا کو بعض علماء سے لے کر اپنی کتاب میں مناسب بسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور جو آیات متاخرین کی رائے پر منسوخ نہیں ان کو شیخ محی الدین ابن عربی کے موافق تحریر کرکے قریباً بیس منسوخ آیتیں گنوائی ہیں۔'' ۳۰؎

اس کے بعد شاہ صاحب نے وہ تمام آیات درج کی ہیں جنھیں سیوطیؒ اور ابن العربیؒ نے منسوخ قرار دیا ہے، ساتھ ہی ان پر محاکمہ کیا ہے،جس سے منسوخ آیات کی تعداد گھٹ کر پانچ رہ جاتی ہے۔ ۳۱؎

## حواشی ومراجع

۱؎ تفسیر وعلوم قرآن کے موضوع پر شاہ ولی اللہ کی تصانیف کے تفصیلی مطالعہ کے لیے ملاحظہ کیجئے: محمد سعود عالم قاسمی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی قرآنی فکر کا مطالعہ، اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی، ۱۹۹۴ء ص: ۸۴۔۱۰۰، محمد ایوب قادری، مقالہ 'شاہ ولی اللہ دہلوی سے منسوب تصانیف' ماہ نامہ الرحیم حیدرآباد پاکستان، جون ۱۹۶۴ء

۲؎ المقدمۃ فی قوانین الترجمۃ، دیباچہ ومقدمہ فتح الرحمن اور حواشی فتح الرحمن کو پاکستان کے مشہور محقق ڈاکٹر احمد خاں نے ایڈٹ کرکے شائع کردیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے ان کا مقالہ بہ عنوان: ترجمۂ قرآن کریم میں شاہ ولی اللہ کے مناہج، خدابخش لائبریری جرنل، پٹنہ، شمارہ ۱۱۵، مارچ ۱۹۹۹ء ص:۱۔۷۲

۳؎ مثال کے طور پر ملاحظہ کیجئے حواشی فتح الرحمن (مقالہ احمد خاں: ۳۳، ۳۸، ۴۰، ۴۴، ۵۲ وغیرہ)

۴؎ حضرت شاہ ولی اللہ کی قرآنی فکر کا مطالعہ، ص:۱۰۱۔۱۵۸، مصباح اللہ عبدالباقی، مقالہ: الامام ولی اللہ دہلوی وترجمۃ للقرآن: فتح الرحمن بترجمۃ القرآن، سہ ماہی